سیرتِ طیبہ کے حوالہ سے عورت کا مقام
ایک تجزیہ

نسرین اسلم شاہ
ویمنز اسٹڈیز، جامعہ کراچی
محمد کامران، شعبہ سیاسیات، جامعہ کراچی
محمد ندیم اللہ، شعبہ سماجی بہبود، جامعہ کراچی

تلخیص المقالہ

اگر ہم قدیم تاریخ کا مطالعہ مختلف تہذیبوں، ثقافتوں اور مذاہب کے حوالے سے کریں تو بغیر شک وشبہہ یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انسان نے انہی ادوار میں خود کو ترقی یافتہ اور تہذیب یافتہ بنایا۔ لیکن تمام تر ترقی اور خود کو تہذیب یافتہ ظاہر کرنے کے باوجود ان کے معاشرے میں نہ ہی تو خواتین کی کوئی عزت تھی اور نہ ہی ان کو کوئی حقوق حاصل تھے۔ اگرچہ ان میں سے کچھ اس بات کا دعویٰ کرتے تھے کہ وہ ان کو محدود آزادی دیتے ہیں جو درحقیقت کبھی خواتین کو نہیں ملی۔ تاریخ ان نام نہاد تہذیبوں اور مذاہب کے وحشیانہ رویوں کی گواہ ہے چاہے وہ یونانی، عرب، عیسائی یا یہودی ہوں۔ اسلام ایسا واحد مذہب ہے جو کہ پوری زندگی کے نظام، قوانین اور حقوق بشمول خواتین کے حقوق فراہم کرتا ہے۔ آنحضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنے طرزِ عمل سے اس بات کو واضح کیا کہ خواتین کے ساتھ کس طرح پیش آنا چاہیئے اور اسلام ان کو کیا حقوق فراہم کرتا ہے۔ آنحضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنی ازواج اور بیٹیوں کے ساتھ اپنے رویئے سے اس کی ایک مثال قائم کی۔

Abstract

If we study the ancient history with respect to different civilizaitions, cultures and religions, it is clear that wiothout a doubt human being developed and civilized themselves through those times. But with all that progress and acted civilized behavior in their socities, there was no respect neither rights for the women none what so ever. Wven some of these claim to offer some limited freedom, it was never actually given to women, history is the witness of the animalistic behavior of these so called civilizations and religions, let it be Greeks, Arabs, Christianity or Jews. Islam is the only religion which provides the whole system of life, laws and rights including women. The Holy Prophet (P.B.U.H) showed by his acts and ways that how a woman should be treated and what rights Islam gives them. Holy Prophet (P.B.U.H)He set the examples like his behavior with his wives and daughtter.

قدیم تاریخ کا اگر مطالعہ کیا جائے تو کسی قدر مفصل اور مستند معلومات ہمیں یونانیوں اور رومیوں کے عہد سے ملتی ہیں۔ اُنھوں نے زندگی بہتر طریقے سے بسر کرنے کے لیے تہذیب وتمدن اور علم وفنون میں بے حد ترقی کی اس کی بنیاد پر بہت سی تہذیبیں اور بہت سے علوم وجود پذیر ہوئے لیکن اس ترقی کے باوجود ان کے ہاں عورت کا مقام بہت ہی پست تھا۔ اور وہ اس کو

انسانیت پر بار سمجھتے تھے۔قدیم دور میں عورت کی حیثیت ایک خادمہ کی تھی جس کا کام فقط یہ تھا کہ گھر والوں کی خدمت کرتی رہے۔اہل یونان اپنی علمی اور معقولیت پسندی کے باوجود عورت کے بارے میں ایسے ایسے تصورات اور خیالات رکھتے تھے جن کو سن کر ہنسی آتی ہے اور اُن کی عورت کے بارے میں سوچ سے اس بات کو سمجھنے میں بخوبی مدد ملتی ہے کہ اُن کے نزدیک عورت کی کیا قدر و منزلت تھی اور وہ اپنے درمیان عورت کو کیا حیثیت دیتے تھے اُن کا قول تھا ''آگ سے جل جانے اور سانپ کے ڈسنے کا علاج ممکن ہے لیکن عورت کے شر کا مداوا محال ہے''۔ پنڈورا نامی ایک عورت کی بابت ان کا عام اعتقاد تھا کہ وہی تمام دنیوی آفات و مصائب کی جڑ ہے۔ایک یونانی ادیب کے بقول دو مواقع پر عورت، مرد کے لیے باعث مسرت ہوتی ہے ایک تو شادی کے دن اور دوسرے اس کے انتقال کے دن۔[۱]

لیکی نے اپنی کتاب تاریخ اخلاق یورپ میں لکھا ہے:

''بہ حیثیت مجموعی باعصمت یونانی بیوی کا مرتبہ بہ غایت پست تھا، اس کی زندگی مدۃ العمر غلامی میں بسر ہوتی تھی۔لڑکپن میں اپنے والدین کی، جوانی میں اپنے شوہر کی، بیوگی میں اپنے فرزندوں کی وراثت میں، اس کے مقابلہ میں اس کے مرد اعزہ کا حق ہمیشہ رائج سمجھا جاتا تھا۔طلاق کا حق اسے قانوناً ضرور حاصل تھا تاہم عملاً وہ اس سے بھی کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتی تھی کیوں کہ عدالت میں اس کا اظہار یونانی ناموس و حیا کے منافی تھا افلاطون نے بلا شبہ مرد اور عورت کی مساوات کا دعویٰ کیا تھا لیکن یہ تعلیم محض زبانی تھی عملی زندگی اس سے بالکل غیر متاثر رہی۔ازواج کا مقصد خالص سیاسی رکھا گیا۔یعنی یہ کہ اس سے طاقتور اولاد پیدا ہو جو حفاظتِ ملک کے کام آئے اور اسپارٹا کے قانون میں تو یہ تصریح موجود تھی کہ کمسن وضعیف القویٰ شوہروں کو اپنی کمسن بیویاں کسی نوجوان کے حبالۂ عقد میں دے دینا چاہیے تا کہ فوج میں قومی سپاہیوں کی تعداد میں اضافہ ہو''۔لیکی رومی عورت کے مرتبہ کے بارے میں ایک جگہ رقم طراز ہیں ''عورت کا مرتبہ رومی قانون نے ایک عرصہ دراز تک نہایت پست رکھا افسر خاندان جو باپ ہوتا یا شوہر، اسے اپنے بیوی بچوں پر پورا اختیار حاصل تھا اور وہ عورت کو جب چاہے گھر سے نکال سکتا تھا۔جہیز یا دُلہن کے والد کو نذرانہ دینے کی رسم کچھ بھی نہ تھی اور باپ کو اس قدر اختیار حاصل تھا کہ جہاں چاہے اپنی لڑکی کو بیاہ دے، بلکہ بعض دفعہ وہ کرائی گئی شادی کو توڑ سکتا تھا۔زمانہ مابعد یعنی دورِ تاریخی میں یہ حق باپ کی طرف سے شوہر کی طرف منتقل ہو گیا اور اب اس کے اختیارات یہاں تک وسیع ہو گئے کہ وہ چاہے تو بیوی کو قتل کر سکتا تھا۔۵۲۰ سال تک طلاق کا کسی نے نام بھی نہ سنا تھا''[۲] عورت کو غلاموں کی طرح خدمت گزار سمجھا جاتا تھا اور مرد فقط اس غرض سے شادی کرتا تھا کہ وہ اُسکی خادمہ کے فرائض انجام دے اس دور میں عورت کو کسی عہدہ کے لیے قابل اور اہل نہیں سمجھا جاتا تھا اور نہ ہی اس کی گواہی کا اعتبار کیا جاتا تھا۔رومی دورِ سلطنت

میں عورت کو قانونی طور پر کوئی مقام حاصل نہیں تھا۔ تاہم عورت کی طبعی کمزوریوں کی وجہ سے کچھ سہولتیں انہیں بہر حال دی گئی تھیں۔ اس میں شک نہیں کہ رومیوں کے بعد کے ادوار میں عورت کو کچھ حقوق بھی دیئے گئے لیکن اس کے باوجود یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ عورت کو مرد کے مساوی مقام کبھی نہیں ملا۔

دورِ جہالت کے عرب میں عورت کی مظلومیت کو دیکھنے کے لیے تاریخ کے اوراق اُٹھا کر ان پر نظر ڈالیں تو اندازہ ہوگا کہ اہلِ عرب عورت کے وجود کو موجب ذلت و عار سمجھتے تھے۔ لڑکی کی پیدائش ان کے لیے غم اور شرمندگی و ندامت کا پیام تھی وہ نرینہ اولاد کے ہونے پر خوشیاں مناتے، اتراتے اور فخر محسوس کرتے تھے لیکن لڑکی کی پیدائش ان کی عظمت اور بلندی کے لیے خطرہ تھی اور عورت کا وجود ان کے سرِ عظمت کو جھکا دیتا تھا۔ قرآن مجید نے ان کے جزبات کی عکاسی ان الفاظ میں کی ہے:

واذا بشر احدھم بالانثی ظل وجھه مسودا وھو کظیم O یتواری من القوم من . ط ایمسکه علی ھون ام ید سه فی التراب الاساء ما یحکمون (سورہ نحل، آیت ۵۸۔۵۹)[۳]

ترجمہ:

''جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی خبر دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ غم سے گھٹنے لگتا ہے۔ اس خبر کو وہ اس حد تک بُرا سمجھتا ہے کہ اپنے آپ کو اپنی قوم سے چھپائے پھرتا ہے (اور سوچ میں پڑ جاتا ہے کہ) آیا ذلت برداشت کرتے ہوئے اس کو باقی رکھے یا زیرِ زمین دفن کر دے''۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:

واللہ' ان کنافی الجاھلیة مانعد للنساء امر احتی انزل الله فیھن ماانزل و قسم لھن ماقسم [۴]

ترجمہ:

''بخدا ہم دورِ جاہلیت میں عورتوں کو کوئی حیثیت ہی نہیں دیتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں اپنی ہدایات نازل کیں اور ان کے لیے کچھ حصہ مقرر کرنا تھا مقرر کیا''۔

دورِ جاہلیت میں عورت سے نفرت اور بیزاری اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ ایک شخص کے گھر میں لڑکی پیدا ہوئی تو اس نے اس گھر ہی کو منحوس سمجھ کر چھوڑ دیا[۵] اس سے بھی آگے کی بات یہ ہے کہ عورت کے لیے ان کے اندر رحم و محبت کے جذبات ناپید تھے چنانچہ وہ لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے۔ حد یہ ہے کہ اس شقاوتِ قلب کا مظاہرہ ان افراد کی

طرف سے ہوتا تھا جن کو شفقت و محبت کا سرچشمہ سمجھا جاتا تھا اس سلسلے میں بعض ایسے اندوہ ناک واقعات منقول ہیں کہ جنھیں سن کر دل کانپ اُٹھتا ہے۔

ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے اپنے جاہلیت کے زمانہ کا واقعہ سنایا کہ ’’میری ایک بچی تھی اور وہ مجھ سے بہت مانوس بھی تھی۔ جب کبھی میں اسے بُلاتا تو بڑی مسرت سے میرے پاس آجاتی۔ چنانچہ ایک دن میں نے اسے آواز دی تو میرے پیچھے پیچھے دوڑی چلی آئی میں اسے اپنے ساتھ لے گیا اور قریب ایک کنوئیں میں جھونک دیا اور وہ اس وقت بھی ابا جان ابا جان ہی کہتی رہی‘‘۔ واقعہ کو سُن کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آنکھیں اشک بار ہوگئیں یہاں تک کہ ریش مبارک تر ہوگئی۔[۶] اس سے زیادہ مظلومیت اور کیا ہوسکتی ہے کہ باپ کا دستِ شفقت اس کے حق میں موت کا پنجہ ثابت ہو۔

قیس بن عاصم نے جاہلیت میں آٹھ دس لڑکیاں دفن کی تھیں۔[۷] اگر وہ اس مظلوم صنف کو زندہ بھی رکھتے تھے تو اس سے زندگی گزارنے کے تمام حقوق سلب کر لیتے تھے شادی کی کوئی حد نہیں تھی۔ جتنی عورتوں کو چاہتے اپنے نکاح میں رکھتے۔ وہب اسلامیؓ نے جس وقت اسلام قبول کیا تو ان کے عقد میں دس بیویاں تھیں۔[۸] غیلان ثقفی مسلمان ہوئے تو ان کے پاس دس بیویاں تھیں۔[۹] اسی طرح طلاق پر بھی کوئی پابندی نہیں تھی۔ مرد جب چاہتا اور جتنی مرتبہ چاہتا طلاق دیتا اور عدت کا بھی انتظار نہ کرتا اور نکاح کر لیتا۔[۱۰]

اسی طرح مرد کو اس بات کا اختیار تھا کہ وہ زندگی بھر اپنی بیوی کو تنگ کرسکتا تھا۔ ایک شخص کے متعلق روایت آتی ہے کہ اس نے اپنی بیوی کو پریشان کرنا چاہا تو اس سے کہا کہ میں نہ تو تجھے اپنے ساتھ رکھوں گا اور نہ جدا کروں گا۔ بیوی نے دریافت کیا وہ کیسے؟ کہا اس طرح کہ طلاق دوں گا اور جب عدت ختم ہونے لگے گی رجوع کرلوں گا، پھر دوبارہ طلاق دوں گا اور پھر عدت کا زمانہ پورا ہونے سے پہلے رجوع کرلوں گا۔[۱۱]

جب تک خاوند زندہ رہتا وہ اس کے ماتحت رہتی خاوند کے انتقال کے بعد اس کے ورثاء کا اس پر مکمل حق ہوتا چاہتے تو خود ہی اس سے شادی کر لیتے اور چاہتے تو کسی دوسرے سے شادی کر دیتے، اور وہ اس میں بھی آزاد تھے کہ اس کی شادی ہی نہ ہونے دیں۔[۱۲]

بیوہ کے مال پر قبضہ کرنے کے لیے اسے دوبارہ ازدواجی زندگی ہی سے محروم کر دیتے، بعض اوقات کسی کم سن لڑکے کے بڑے ہونے تک اس کا نکاح روکے رکھتے تاکہ وہ اس سے شادی کر سکے۔[۱۳]

سوتیلی ماں تک سے شادی کرنا ان کے نزدیک کوئی عیب نہیں تھا بقول علامہ ابوبکر حصاصؒ:

''سوتیلی ماں سے نکاح جاہلیت میں عام تھا''[۱۴]

اگر اتفاق سے کوئی حسین و جمیل اور صاحبِ ثروت یتیم لڑکی کسی شخص کی سرپرستی میں آجاتی تو خود ہی اس سے نکاح کر لیتا اور مہر ٹھیک سے ادا نہ کرتا۔[۱۵] وراثت میں عورت کا کوئی حصہ نہیں تھا۔[۱۶]

جنگِ اُحد کے بعد کا واقعہ ہے کہ ثابت بن قیس کی بیوی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آکر شکایت کی کہ جنگِ اُحد میں ثابت شہید ہو گئے ان کی دو بچیاں ہیں لیکن ثابت کے بھائی نے ان کے پورے مال پر قبضہ کر لیا ہے اور ان بچیوں کے لیے ایک حصہ نہیں چھوڑا ہے۔ بتایئے ان کی شادی کیسے ہو۔[۱۷]

اسلام نے وراثت میں عورت کا حصہ متعین کیا تو اہل عرب کو بڑا تعجب ہوا اور انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ ''یارسولؐ اللہ! عورت آدھی میراث کی حق دار ہے جو نہ گھوڑے پر سوار ہو سکتی ہے نہ دفاع کر سکتی ہے''۔[۱۸]

یورپ میں عورت:

اس وقت یورپ مساوات مرد و زن کا سب سے بڑا دعویدار ہے۔ لیکن اسی یورپ میں ایک صدی قبل تک عورت، مرد کے ظلم و ستم کا نشانہ بنی ہوئی تھی اور وہاں کوئی ایسا قانون نہیں تھا جو مرد کی ظلم زیادتیوں کو روکتا انگلستان کے قانون کی رو سے یہ بات طے تھی کہ شادی کے بعد مرد کی طبیعت میں تو کوئی تبدیلی نہیں آتی البتہ عورت کی شخصیت مرد کی شخصیت کا جز بن جاتی ہے چنانچہ اسی بناء پر یہ اصول تھا کہ شادی سے پہلے عورت کے ذمہ جو قرض ہوگا وہ مرد ادا کرے گا اور عورت کی جو مال و دولت یا جائیداد ہوگی وہ مرد کی ہو جائے گی ہاں اگر اپنی جائیداد کے سلسلے میں عورت شادی سے پہلے کوئی معاہدہ کر لے تو اور بات ہے۔

آزادیٔ نسواں کے سو سال پہلے تک عورت کی یورپ میں جو حیثیت تھی اسے یوں بیان کیا ہے: ''تاریخ یورپ کو دیکھیے تو معلوم ہوگا کہ ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ باپ اپنی بیٹی کو جہاں چاہتا بیچ ڈالتا تھا اور اس کی مرضی کی کچھ پرواہ نہ کرتا تھا''۔[۱۹] دین مسیح کے پھیلنے سے قبل مرد مالکُ الکل کی حیثیت رکھتا تھا۔ عورت کے مقابلے میں مرد کے لیے نہ کوئی تعزیر تھی نہ کوئی قانون۔ مرد جب چاہتا عورت کو چھوڑ دیتا لیکن عورت کو کسی حالت میں مرد سے علیحدگی کا اختیار نہ تھا۔ انگلستان کے پرانے قوانین میں مرد کو عورت کا مالک کہا جاتا ہے بلکہ حقیقتاً مرد عورت کا بادشاہ مانا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ شوہر کے قتل کا اقدام قانونی اصطلاح میں بغاوت ادنیٰ کہلاتا تھا اور عورت اس کا ارتکاب کرے تو اس کی پاداش میں اس کو جلا

دینے کا حکم تھا جو بغاوت کی سزا سے بھی زیادہ ہے اور اب تک انگریزی قوانین میں بہت سے معاملات ایسے ہیں جن میں عورت گویا مرد کی زرخرید مانی جاتی ہے اب بھی گرجا میں نکاح کے وقت اس سے تمام عمر شوہر کی اطاعت کا عہدلیا جاتا ہے اور عمر بھر قانون کی رو سے وہ اپنا عہد پورا کرنے پر مجبور ہوتی ہے۔شوہر کی مرضی کے بغیر وہ کچھ نہیں کرسکتی اگر چاہے بھی تو وہ اپنے لیے کوئی جائیداد نہیں بنا سکتی اور اگر بناتی ہے تو وہ سب خود بخود شوہر کی ہوجاتی ہے اس بارے میں انگلستان کا قانون، عورت کی حیثیت اتنی بھی نہیں باقی رہنے دیتا جو اکثر ممالک میں غلاموں کی تھی''۔

یہودیت اور عورت:

یہودیت ایک بڑا مذہب ہے ایسے مذہب سے یہ توقع کی جاسکتی تھی کہ وہ عورت کے بارے میں حقیقت پسندانہ خیالات کا اظہار کرے گا لیکن وہ ہمارے سامنے یہ تصور لاتا ہے کہ مرد نیک اور فرشتہ صفت کردار ہے اور عورت بد طینت اور مکار۔نسلِ انسانی کے پہلے فرد حضرت آدمؑ جنت میں عیش و راحت کی زندگی گزار رہے تھے کیوں کہ وہ خدا کے فرمانبردار تھے لیکن ان کی بیوی حوّا نے اُنھیں سب سے پہلے خدا کی نافرمانی پر اُکسایا اور اُن کو ایک ایسا پھل کھلایا جس کے کھانے سے خدا نے انہیں روکا تھا۔نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خدا کی نعمتوں سے محروم کردیئے گئے اور ان کو مشقت اور تکلیف کی زندگی نصیب ہوئی۔عہد نامہ قدیم میں ہے کہ جب خدائے تعالیٰ نے حضرت آدمؑ سے دریافت کیا'' کیا تو نے اس درخت کا پھل کھایا جس کی بابت میں نے تجھ کو حکم دیا تھا کہ اسے نہ کھانا؟'' تو آدمؑ نے جواب دیا کہ ''جس عورت کو تو نے میرے ساتھ کیا ہے اس نے مجھے اس درخت کا پھل دیا اور میں نے کھایا''۔

تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حوا سے کہا:''میں تیرے دردِ حمل کو بہت بڑھاؤں گا تو درد کے ساتھ بچے جنے گی اور تیری رغبت اپنے شوہر کی طرف ہوگی۔اور وہ تجھ پر حکومت کرے گا''۔[۲۰]

دوسرے الفاظ میں حوا نے آدمؑ کو گمراہ کر کے جس جرم کا ارتکاب کیا تھا خدا کی طرف سے اس جرم کی یہ سزا ملی کہ وہ حمل اور ولادت کی تکلیف میں مبتلا کی گئی اور ہمیشہ کے لیے اس پر مرد کا اقتدار اور غلبہ قائم کر دیا گیا۔اب قیامت تک مرد عورت پر حکومت کرتا رہے گا۔یہی وجہ ہے کہ یہودی شریعت میں مرد کا اقتدار و تصرف اس حد تک بڑھا ہوا ہے کہ ''اگر کوئی عورت خداوند کی منت مانے اور اپنی نوجوانی کے دنوں میں اپنے باپ کے گھر ہوتے ہوئے اپنے او پر کوئی فرض ٹھہرائے اور اس کا باپ جس دن یہ سُنے اسی دن اسے منع کرے تو اس کی کوئی منت یا کوئی فرض جو اس نے اپنے او پر ٹھہرایا ہے قائم نہیں رہے گا اور خداوند اس عورت کو معذور رکھے گا۔کیوں کہ اس کے باپ نے اسے اجازت نہیں دی۔اور اگر کسی آدمی

سے اس کی نسبت ہو جائے حالانکہ اس کی منتیں یا منہ کی نکلی ہوئی بات جو اس نے اپنے اوپر فرض ٹھہرائی ہے اب تک پوری نہ ہوئی اور اس کا آدمی یہ حال سن کر اس دن اس سے کچھ نہ کہے تو اس کی منتیں قائم رہیں گی لیکن اگر اس کا آدمی جس دن یہ سب سُنے اسی دن اسے منع کرے تو اس نے گویا اس عورت کی منت کو اور اس کی منہ کی نکلی ہوئی بات کو جو اس نے اپنے اوپر فرض ٹھہرائی تھی توڑ دیا اور خداوند اس عورت کو معذور رکھے گا۔ اگر اس نے اپنے شوہر کے گھر ہوتے ہوئے کچھ منت مانی یا قسم کھا کر اپنے اوپر فرض ٹھہرایا اور اس کے شوہر نے جس دن یہ سب سُنا اسی دن اسے باطل ٹھہرایا اور اس کے شوہر نے ان کو توڑ ڈالا ہے اور خداوند اس عورت کو معذور رکھے گا۔ اس کی ہر منت کو اور اپنی جان کو رکھ دینے کی ہر قسم کو اس کا شوہر چاہے تو قائم رکھے یا گر چاہے تو باطل ٹھہرائے شوہر اور بیوی کے درمیان اور باپ بیٹی کے درمیان جب بیٹی نوجوانی کے ایام میں باپ کے گھر ہو۔ ان ہی آئین کا حکم خداوند نے موسیٰ کو دیا''۔[۲۱] یہودی قانون کی رو سے مرد وارث کی موجودگی میں عورت وراثت سے محروم ہو جاتی تھی اسی طرح عورت کو دوسری شادی کا بھی اختیار نہیں تھا۔[۲۲]

عیسائیت اور عورت:

عورت کے بارے میں عیسائیت کے جذبات کا اندازہ طرطولین کے ان الفاظ سے کیا جا سکتا ہے:

''عورتوں! تم نہیں جانتیں کہ تم میں سے ہر ایک حوا ہے۔ خدا کا فتویٰ جو تمہاری جنس پر تھا وہ اب بھی تم میں موجود ہو تو پھر جرم بھی تم میں موجود ہوگا۔ تم تو شیطان کا دروازہ ہو۔ تم ہی نے آسانی سے خدا کی تصویر یعنی مرد کو ضائع کیا''

سینٹ پال نے اپنے ایک خط میں مرد و زن کا مقابلہ ان الفاظ میں کیا ہے:

عورت کو چپ چاپ کمال تابعداری سے سیکھنا چاہیے اور میں اجازت نہیں دیتا کہ عورت سکھائے یا مرد پر حکم چلائے بلکہ چپ چاپ رہے۔ کیونکہ پہلے آدم بنایا گیا اس کے بعد حوّا اور آدم نے فریب نہیں کھایا بلکہ عورت فریب کھا کر گناہ میں پڑ گئی''۔[۲۳] ایک دوسرے خط میں عورت کو مردوں کی محکوم ہونے کا ذکر ان الفاظ میں کیا:

''پس میں تمہیں آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ ہر مرد کا سر مسیح اور عورت کا سر مرد اور مسیح کا سر خدا ہے وہ (مرد) خدا کی صورت اور اس کا جلال ہے مگر عورت، مرد کا جلال ہے اس لیے کہ مرد عورت سے نہیں بلکہ عورت مرد سے ہے اور مرد عورت کے لیے نہیں بلکہ عورت مرد کے لیے پیدا ہوئی۔ پس فرشتوں کے سبب سے عورت کو چاہیے کہ اپنے سر پر محکوم ہونے کی علامت رکھے''۔[۲۴]

ہندومت اور عورت:

ہندو مذہب بھی عورت کی صحیح حیثیت کا اندازہ لگانے سے قاصر ہے۔ ہندوستان کے مشہور مقنن منوراج نے عورت کے بارے میں کہا ہے کہ: ''عورت لڑکپن میں اپنے باپ کے اختیار میں رہے اور جوانی میں شوہر کے اختیار میں اور بیوہ ہونے کے بعد اپنے بیٹوں کے اختیار میں رہے، خود مختار ہو کر کبھی نہ رہے''۔[۲۵] ''عورت خواہ نابالغ ہو خواہ جوان ہو خواہ بوڑھی، گھر میں کوئی کام خود مختاری سے نہ کرے''۔[۲۶]

''عورت کے لیے قربانی اور برت کرنا گناہ ہے، صرف شوہر کی خدمت کرنا چاہیے، عورت کو چاہیے کہ اپنے شوہر کے مرنے کے بعد دوسرے شوہر کا نام بھی نہ لے، کم خوراکی کے ساتھ اپنی زندگی کے دن پورے کرے''۔[۲۷]

عورت کی بابت ہندوؤں کا رویہ کچھ اس قدر پُر اسرار اور نفرت انگیز رہا ہے کہ مغربی محققین آج کے دور میں بھی ان کی سرگرمیوں کا جائزہ لینے اور ان کی تاریخ کھنگالنے ہندوستان کا رُخ کرتے ہیں۔ لی بان گستاولی نے اپنی کتاب تمدنِ عرب میں ہندوؤں کے قانون کی بابت تحریر کیا ہے:

''ہندوؤں کا قانون کہتا ہے کہ تقدیر، طُوفان، موت، جہنم، زہریلے سانپ ان میں کوئی اس قدر خراب نہیں جس قدر عورت''۔[۲۸] اس نے اس قانون کی وجہ تسمیہ کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس قانون کا مقصد محض لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات بٹھانی تھی کہ عورت ہرگز اس لائق نہیں کہ وہ خود مختار زندگی بسر کر سکے''۔ اُرسی دت کی ''ہندوستان قدیم'' ملاحظہ کیجیے تو وہ عورت کے ساتھ ناروا سلوک کی وصیتوں سے بھری پڑی ہے۔ پہلی وصیت تو یہی ملتی ہے کہ عورت کا درجہ محکومیت و غلامی ہے۔[۲۹]

سب سے بدترین وصیت کا انداز یہ ہے کہ:

اُونچی ذات کے مرد کا نیچی ذات کی عورت سے زنا کرنا کوئی جرم نہیں۔[۳۰]

یہ حقیقت ہماری نظروں سے اوجھل نہیں کہ عورت ہندوستان کی سرزمین پر بڑی بے اختیار رہی ہے مردوں نے اس کی ذات کو ایک تماشہ بنا رکھا تھا یہ جوئے میں ہاری جاتی، ایک ہی وقت میں کئی کئی مرد اسے اپنے جنسی تصرف میں رکھتے، میلے اور تہواروں کے موقع پر شراب پی کر ایسے بدمست ہوتے کہ ماں، بہن اور بیٹی کا فرق درمیان سے اُٹھ جاتا اور یہ عمل ان کی نگاہوں میں خیر و نیکی ہوتا، اس کی جانوروں کی طرح کھلے عام خرید و فروخت بھی کی جاتی ستی کر دینے کی رسم اس کی بے اختیاری، لاچاری، مظلومی اور بے بسی کی منہ بولتی تصویر ہے۔[۳۱] الغرض یہ کہ تہذیب و تمدن کے سارے ادوار جن کا تعلق قبل از اسلام سے ہے عورت کی بے بسی لاچاری اور حد درجہ محتاجی و بے اختیاری کے غماز ہیں ان ادوار میں عورت پر کیا بیتی اگر صرف اسی چیز کو مرکز مان

کر گفتگو کی جائے تو دفتر کے دفتر سیاہ ہو سکتے ہیں اور ان قوموں اور ایسے دانشوروں کے منہ بند ہو سکتے ہیں جو اسلام کی ودیعت کردہ آزادی اور حقوق پر نکتہ چیں ہیں۔

اسلام اور عورت:

دنیا میں آنے والا پہلا خاندان ایک مرد اور ایک عورت پر مشتمل تھا اور ان کی برکتوں کا ظہور کائنات میں پھیلی ہوئی نسلِ انسانی کی صورت میں نظر آ رہا ہے اس طرح مرد اور عورت رُوئے زمین پر برابر کے حق دار ہیں، لیکن انسان ہمیشہ سے اپنے ہم جنس خواہ وہ عورت ہو یا مرد ہو، کے لیے ظالم رہا ہے اس ظلم و زیادتی کا عورت شدت سے شکار رہی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت فطری طور پر کمزور ساخت کی مالک ہے۔

لیکن حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تشریف لا کر اس ظلم و تعدی کا راستہ روکا اور عورت ظلم و استبداد کے پنجے سے آزاد ہوئی حضور صلّی اللہ علیہٖ وآلہٖ وسلّم نے عورت کو اس کا کھویا ہوا مقام دوبارہ عنایت فرمایا اور رہتی دنیا تک ایک معیار اور پیمانہ متعارف کروا دیا جس کی بنیاد تقویٰ اور شرافت پر رکھی اور اس کا اعلان قرآن میں ان الفاظ سے کیا:

ومن يعمل من الصلحت من ذكر او انثى و هو مومن فا ولک يدخلون الجنة و لا يظلمون نقيرا (سورۂ نساء، آیت ۱۲۴) ۳۲

ترجمہ:

''جو کوئی مومن عورت یا مرد نیک اعمال کریں گے تو وہ جنت میں داخل کیے جائیں گے اور ان پر ذرہ برابر ظلم نہیں کیا جائے گا''۔

ان الفاظ کو معیار سمجھ کر ہی اس بنیاد پر عورت ہو یا مرد ہر ایک کو مساوی حقوق دیئے جا سکتے ہیں اسلام نے عورت کو ذلت و رسوائی کے مقام سے اتنی تیزی سے اُٹھایا اور عورت کو حقوق و مراعات سے نوازا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں ''نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانے میں ہم اپنی عورتوں سے گفتگو کرتے اور بے تکلفی برتتے ہوئے بھی ڈرتے تھے کہ کہیں ہمارے متعلق کوئی حکم نہ نازل ہو جائے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو ہم ان کے ساتھ بے تکلف رہنے لگے'' ۳۳ اس مظلوم صنف کو حقِ زِیست تک حاصل نہ تھا۔ قرآن نے کہا نہیں! وہ زندہ رہے گی اور اس کے اس حق پر جو شخص بھی دست درازی کرے گا خدا کی طرف سے اُس سے باز پُرس ہوگی۔ ''جب زندہ درگور لڑکی کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ کس گناہ میں وہ ماری گئی''۔ ۳۴ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس مظلوم صنف کی حمایت میں جو ہدایات اور

تعلیمات دی ہیں آج تک کوئی بھی مدعی حقوقِ نسواں ان سے زیادہ صحیح اور حقیقی تعلیمات نہیں پیش کر سکا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: **ان اللہ حرم علیکم عقوق الامھات و منع وھات و وادا البنات.**
اللہ نے حرام کی ہے تم پر ماؤں کی نافرمانی ادائیگی حقوق سے ہاتھ روکنا اور ہر طرف سے مال بٹورنا اور لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا''۔ [۳۵]

''ابنِ عباسؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا جس شخص کے لڑکی ہو اور وہ اسے زندہ درگور نہ کرے اور نہ اس کے ساتھ حقارت آمیز سلوک کرے اور نہ اس پر اپنے لڑکے کو ترجیح دے تو اللہ اسے جنت میں داخل فرمائے گا''۔ [۳۶]
''حضرت انسؓ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے روایت کرتے ہیں جس کسی نے دو لڑکیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بالغ ہوگئیں انگشتِ شہادت اور درمیانی انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے آپ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا، تو میں اور وہ اس طرح جنت میں داخل ہوں گے۔ آپ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا دو راستے ایسے ہیں جن سے دنیا میں بہت جلد عذاب داخل ہوتا ہے ظلم و تعدی اور نافرمانی [۳۷] حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: **فانما ابنتی بضعة منّي یریبنی مارا بھاویو ذینی ماا ذا ھا** [۳۸]
''میری بچی میرا گوشت ہے جو چیز اس کے لیے باعث تشویش ہوگی وہ میرے لیے بھی پریشانی کا سبب ہوگی، اور جو بات اس کے لیے باعثِ اذیت ہوگی یقیناً اس سے مجھے بھی تکلیف پہنچے گی''۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ محبوب کسے رکھتے تھے؟ جواب دیا فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو۔ [۳۹] حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ''جس وقت عورت اپنے گھر کے طعام میں سے خرچ کرتی ہے جبکہ وہ اسراف نہ کرے اس کو ثواب ہوتا ہے جو وہ خرچ کرتی ہے اور اس کے خاوند کو ثواب ہوتا جو وہ کماتا ہے اور خازن کے لیے اس کی مانند ثواب ہے یہ سب ایک دوسرے کے اجر کو کم نہیں کرتے''۔ [۴۰] ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو عورت اپنے شوہر کی تابعدار اور مطیع ہو اس کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ پرندے ہوا میں اور مچھلیاں دریا میں، فرشتے آسمانوں میں اور درندے جنگلوں میں''۔ [۴۱]
حضرت ابو ہریرہؓ سے راویت ہے کہ سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ: ''عورت سے چار چیزیں دیکھ کر نکاح کیا جاتا ہے:

۱) اس کے مال کی وجہ سے
۲) اس کی حیثیت کی وجہ سے

۳) اس کی خوبصورتی کی وجہ سے

۴) اس کی دینداری کی وجہ سے۔

پس اے مخاطب تو دیندار عورت کو اپنے نکاح میں لاکر کامیاب ہو جا تیرا بھلا ہو''۔[۴۲]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ: ''پوری دنیا نفع حاصل کرنے کی چیز ہے اور دنیا کی چیزوں میں سب سے بہتر چیز جس سے نفع حاصل کیا جائے عورت ہے''۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ ''جو عورتیں اونٹوں پر سوار ہوئیں (عربی عورتیں) ان میں سب سے بہتر قریش کی عورتیں ہیں جو بچپن میں اولاد پر سب عورتوں سے زیادہ شفقت رکھتی ہیں اور شوہر کے مال کی سب عورتوں سے زیادہ نگہداشت رکھنے والی ہوتی ہیں''۔[۴۳] ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے دریافت کیا گیا کہ آپ کی محبوب ترین شخصیت کون ہے فرمایا ''عائشہؓ''۔

یہ دونوں باتیں اپنی جگہ صحیح ہیں بیویوں میں حضرت عائشہؓ اور اولاد میں حضرت فاطمہؓ آپ کی منظور نظر تھیں ان احادیث سے آپ صنفِ نسواں کے بارے میں اسلام کے رجحان اور مزاج کو سمجھ سکتے ہیں کہ اسلام کی انہی تعلیمات کا نتیجہ ہے کہ وہ لوگ جن کی نظر میں عورت کو زندہ رہنے کا حق تک حاصل نہ تھا ان کے حقوق کے سب سے بڑے علمبردار ٹھہرے۔ پوری دنیا پر انھوں نے یہ واضح کر دیا کہ عورت ماں ہو، بہن ہو، بیوی ہو یا بیٹی ہر حال میں قابل احترام ہے۔ حضرت مستدرک حاکم کی روایت ہے کہ جب حضرت جابرؓ کے والد کا انتقال ہونے لگا تو انھوں نے حضرت جابر کو اپنی بہنوں سے نیک سلوک کی وصیت کی ان کی وفات کے بعد حضرت جابر نے باوجود جوان ہونے کے ایک بیوہ سے شادی کرنے کو ترجیح دی حضور رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے پوچھنے پر عرض کیا ''یارسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم! میرے والد اُحد کے معرکے میں شہید کر دیئے گئے اور اپنے پیچھے نو لڑکیاں چھوڑ گئے جو میری نو بہنیں ہوئیں ان کی نگہداشت کے پیش نظر میں نے یہ پسند نہیں کیا کہ ان کے ساتھ ان ہی جیسی ایک ناتجربہ کار لڑکی جمع کر دوں اس لیے ایک ایسی عورت کا انتخاب کیا جو ان کی کنگھی چوٹی اور دیکھ بھال کر سکتی ہے آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا ٹھیک کیا تم نے''۔

حضرت حمزہؓ کی شہادت کے بعد ان کی بیٹی کی نگہداشت اور پرورش کے لیے تین افراد سامنے آ گئے اور ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ اس بچی کی پرورش وہ خود کرے۔ حضرت علیؓ کا کہنا تھا کہ چونکہ بچی ان کی چچازاد بہن ہے لہذا وہ اس کی پرورش کرنے کے زیادہ حق دار ہیں حضرت جعفرؓ کے خیال میں وہ خود اس مقصد کے لیے زیادہ اہل تھے۔ کیوں کہ وہ بچی ان کی چچازاد بہن بھی تھی اور بچی کی خالہ ان کے عقد میں تھی۔ بچی کی پرورش کے تیسرے دعویدار حضرت زید انصاریؓ تھے ان کا نقطہ نظر یہ تھا کہ چونکہ حضور

رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے انہیں حضرت حمزہؓ کا مواخات میں بھائی بنایا تھا اس لیے وہ بچی ان کی بھتیجی تھی لہذا وہ اس کی پرورش کے خواہاں تھے۔[۴۴]

اسلام وہ پہلا مذہب ہے جس نے خواتین کے حقوق پر نہ صرف زور دیا بلکہ اس کے پیروکاروں نے عملی طور پر عورتوں کو ان کے حقوق دلائے اور دنیا پر یہ حقیقت واضح کردی کہ حقوق وفرائض میں عورت کسی بھی طرح مرد سے کم حیثیت نہیں۔علمی میدان ہو یا رزمِ حق و باطل خواتین ہمیں ہر جگہ نمایاں اور ممتاز حیثیت میں نظر آتی ہیں۔اسلام نے عورت کی قدرومنزلت اور عزت وتکریم کے صرف دعوے ہی نہیں کیے، بلکہ زندگی کے ہر شعبہ میں عورت کو اپنی صلاحیتیں بروئے کار لانے اور انفرادی و اجتماعی میدان میں عملی طور پر خدمات سرانجام دینے کا موقع بھی فراہم کیا یہی وجہ ہے کہ علم وعمل کا میدان ہو کہ تدبیر وسیاست اور جرأت وشجاعت کا، یہاں تک کہ تہذیب وتمدن میں بھی عورتیں گھر کے اندر اور گھر کے باہر زندگی کے تمام شعبوں میں اپنی عملی حیثیت سے مردوں کے دوش بدوش نظر آتی ہیں۔مجموعہ حسنات میں حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت صفیہؓ، حضرت ام سلمہؓ، حضرت زینبؓ اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ دکھائی دیتی ہیں، جنھوں نے زہدوتقویٰ، نیکی و پارسائی اور علم وعمل کے قابلِ تقلید نمونے بنا کر اقوامِ عالم کے رُوبرو اپنے آپ کو روشنی وبصیرت کی غرض سے پیش کردیا۔قبول اسلام میں سبقت کا سوال ہو کہ رزمِ حق و باطل میں شہادت کا، عورت ہر حال میں مرد پر مقدم ہے۔ پھر استقامت، عبادت، اہتمام صلوٰۃ، نماز باجماعت میں شرکت، امامت، ذکر وتسبیح، کثرتِ عبادت، صوم کی پابندی اور شوق، خیرات وانفاق، حج وعمرہ، علم وفضل، دعوت وتبلیغ، ہجرت، معاشرتی تعلقات، سماجی خدمات، میدانِ جنگ، سرمایۂ تفسیر واحادیث کے علاوہ سیاسی محاذ پر بھی عورت کا کردار نمایاں اور روشن نظر آتا ہے۔

آج کے اس ترقی پذیر دور میں عورتوں کو جو حقوق حاصل ہیں وہ بھی اسلام کے مرہونِ منت ہیں وہ جملہ شرائطِ اسلام پوری کرنے کے نتیجے میں اُس مقام کی مستحق ہوں گی جو مقام تاریخِ اسلام کے اوراق میں اُمہات المومنین حضراتِ صحابیات وتابعیات علیہم الرضوان کے پاکیزہ کردار میں زندہ ہے۔غرضیکہ عورت کا مقام اسلام میں انتہائی محترم ومقدس ہے اور عورت کو اس کے ہر روپ میں اسلام نے بھرپور حقوق عطا فرمائے ہیں حتیٰ کہ عورتیں محدث، مفسر، ادیب، مورخ و معلمات بھی بن سکتی ہیں۔اہل علم کا ایک گروہ خواتین کی صلاحیتوں کے اعتراف میں یہاں تک قائل ہے کہ ''عورت نبی بن سکتی ہے''لیکن نبوت اور دیگر عہدے نہ ملنے کی وجہ خالق تعالیٰ کی حکمت ہے دیگر مذہبِ عالم سے موازنہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے فقط اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے عورت کو انسانی حقوق وآزادی سے نوازا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ روم کے مختلف ادوار میں عورت کے سماجی و معاشرتی حالات کیا تھے ان میں بتدریج کیسے اصطلاح کیسے ہوئی؟ اس کی تفصیل انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا میں دیکھی جائے۔
۲۔ لیکی تاریخ اخلاق یورپ۔
۳۔ (النحل۔۵۸)۔
۴۔ صحیح مسلم، ''کتاب الطلاق''۔
۵۔ تفسیر کبیر، جلد۷، صفحہ۴۳۵۔
۶۔ سنن دارمی، باب ما کان علیہ الناس قبل بعث النبیؐ الخ
۷۔ تفسیر ابن کثیر جلد۴، صفحہ۴۷۸۔۴۷۷
۸۔ ابوداؤد کتاب الطلاق، باب فی من اسلم وعندہ،
۹۔ ترمذی، ابواب النکاح، باب ماجاء فی الرجل مسلم وعندہ عشرہ نسوۃ
۱۰۔ ابوداؤد کتاب الطلاق باب فی نسخ المرجعۃ بعد اقطیقات الثلاث۔
۱۱۔ مستدرک حاکم جلد۲، صفحہ۲۸
۱۲۔ بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ النساء باب قولہ لکم تحل ان ترثوا النساء کرھا۔ ابوداؤد کتاب النکاح، باب قولہ لا تحل لکم ان ترثوا النساء کرھا
۱۳۔ تفسیر ابن کثیر جلد۱، صفحہ۱۴۸
۱۴۔ احکام القرآن جلد۲، صفحہ۱۴۸
۱۵۔ بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ النساء
۱۶۔ بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ النساء باب ولکم نصف ماترک ازواجکم۔
۱۷۔ ترمذی، ابوداؤد، کتاب الفرائض باب ماجاء فی میراث الصلب
۱۸۔ تفسیر ابن کثیر جلد۱، صفحہ۴۵۸
۱۹۔ عورت اسلامی معاشرہ میں سید الال الدین عمری اسلامک پبلشر
۲۰۔ (پیدائش باب۳)

۲۱۔ گنتی باب ۳۰

۲۲۔ انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا

۲۳۔ تیمتھس کے نام پولس کا پہلا خط ب ۲۔

۲۴۔ پولس سول کا پہلا خط کرنتھیو کے نام ب۔

۲۵۔ منوسمرتی ۱۴۵ اباب ۵

۲۶۔ منوسمرتی ۱۴۷ اباب ۵

۲۷۔ ۱۵۵،۱۵۷، باب ۵

۲۸۔ تمدن عرب (لی بان گستاولی، صفحہ ۳۷۳

۲۹۔ اُرسی دت کی ہندوستان قدیم صفحہ ۳۳

۳۰۔ اُرسی دت کی ہندوستان قدیم صفحہ ۳۳

۳۱۔ تفصیلات ماخوذ مہابھارت (قصہ آغاز)۔اورستیارتھ پرکاش سمنولاس گیارہ صفحہ ۳۷۸ مطبوعہ سیوک اسٹیم پریس لاہور ۱۹۱۲

۳۲۔ سورۃ النساء آیت ۱۲۴

۳۳۔ بخاری، کتاب النکاح، باب الوصاۃ بالنساء، ابن ماجہ

۳۴۔ التکویر، ۸۔۹

۳۵۔ مستدرک حاکم جلد ۴ صفحہ ۱۷۷، ورواہ الترمذی غیر قولہ وما بان معجلان الخ

۳۶۔ بخاری کتاب المناقب مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل، باب فاطمہ وللفظالہٗ

۳۷۔ ترمذی، ابواب المناقب، ماجاء فی فضل فاطمۃؓ

۳۸۔ ترمذی، ابواب المناقب، ماجاء فی فضل فاطمۃؓ

۳۹۔ ترمذی، ابواب المناقب، ماجاء فی فضل فاطمۃؓ

۴۰۔ صحیح بخاری (مسلم و مشکوٰۃ شریف)

۴۱۔ البحر المحیط

۴۲۔ مشکوٰۃ شریف، صفحہ ۲۶۱، بحوالہ مسلم

۴۳۔ مشکوٰۃ المصابیح، صفحہ ۲۶۷، بحوالہ بخاری و مسلم

۴۴ نیل الاوطار، جلد ۷ صفحہ ۱۳۷

پروفیسر ڈاکٹر نسرین اسلم شاہ، شعبہ سماجی بہبود اور ڈائریکٹر، ویمنز اسٹڈیز کی حیثیت سے جامعہ کراچی سے وابستہ ہیں۔ ان کا خصوصی دائرہ تحقیق خواتین اور سماجی مسائل کے حوالے سے ہے۔ ڈاکٹر شاہ کے تحقیقی مقالے مختلف جریدوں اور اخبارات میں شائع ہو چکے ہیں۔

محمد کامران، شعبہ سیاسیات، جامعہ کراچی سے لیکچرار کی حیثیت سے وابستہ ہیں۔

محمد ندیم اللہ، شعبہ سماجی بہبود، جامعہ کراچی سے ریسرچ ایسوسی ایٹ کی حیثیت سے وابستہ ہیں۔